Sociology & Cultural Research Review (JSCRR)
Available Online: https://scrr.edu.com.pk
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

THE EXTENT OF TAFSIR OF THE QUR'AN NARRATED FROM THE MESSENGER OF ALLAH ﷺ: RESEARCH AND COMPARATIVE ANALYSIS OF DIVERSE OPINIONS OF SCHOLARS

رسول اللہ ﷺ سے منقول تفسیر قرآن کی حد ومقدار

علماء کی متنوع آراء کا تحقیقی وتقابلی جائزہ

Qudeer Ahmad
PhD scholar department of Islamic studies University of Sialkot
qudeer17101990@gmail.com
Arslan Arif
PhD scholar department of Islamic studies University of Sialkot
arslan.arif@uskt.edu.pk
Muhammad Saad
MS scholar department of Islamic studies University of Sialkot
Saadsubhani03@gmail.com

Abstract
The Quran is the divine revelation from Allah, sent to guide humanity until the Day of Judgment. The Prophet Muhammad ﷺ is regarded as the primary interpreter of the Quran, as mandated by Allah. His explanations were conveyed through his sayings, actions, and approvals, forming the foundation of Islamic teachings. However, scholars differ on the extent to which he explained the Quran's meanings. Some, like Ibn Taymiyyah, argue that the Prophet provided a comprehensive explanation, while others, including Al-Suyuti, believe he clarified only selective verses. This paper critically examines both perspectives, analyzing their arguments and evaluating the scope of the Prophet's exegesis. It also highlights the transmission of Quranic interpretation through the Companions, the Successors, and subsequent Islamic scholars. While significant Arabic literature exists on this topic, systematic research in Urdu remains scarce. This study is structured into four discussions: (1) Definition of Tafsir, (2) Arguments of scholars who assert that the Prophet ﷺ explained all meanings, (3) Arguments of scholars who claim he did not, and (4) A comparative analysis of both viewpoints.

Keywords: *Hadith-based Tafsir, Qur'anic Exegesis Scholarly Opinions, Comparative Analysis, Early Tafsir Traditions, Qur'anic Sciences (Uloom al-Qur'an).*

تعارف موضوع:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے تمام جنوں اور انسانوں کی ہدایت او ر رہنمائی کے لیے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے مگر یہ غور و فکر مفسرِ اول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی روشنی میں ہی ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ارشاد فرمایا ہے:"یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اُتاری ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں شاید کہ وہ غوروفکر کریں۔[i] یہ کتاب ہم نے آپ پر اس لیے اُتاری ہے کہ آپ ان کے لیے ہر اس چیز کو واضح کردیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔[ii] اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ قرآن مجید کے مفسرِ اول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمتِ مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ قرآن مجید کے احکام ومسائل بیان کرنے کی ذمہ داری احسن طریقے سے دے انجام دی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ، تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی پہلی اہم اور بنیادی تفسیر کو انتہائی قابلِ اعتماد ذرائع سے اُمتِ مسلمہ تک پہنچایا۔رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی مکمل تفسیر اس انداز میں نہیں کی جسطرح آج کے زمانے میں تفاسیر کتابی شکل میں موجود ہیں، تاہم آپ ﷺ نے اپنی احادیث، اقوال، اور عملی زندگی کے ذریعے قرآن مجید کی تفہیم و تشریح فرمائی اور یہی تشریح دین اسلام کی بنیاد ہے۔رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی تمام آیات کی وضاحت ضروری نہیں سمجھی کیونکہ بہت سی آیات واضح ہیں اور ان کی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے جس میں تفکر اور اجتہاد کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے وہی آیات تفصیل سے بیان کیں جن کی وضاحت ضروری تھی یا جن کے بارے میں سوالات کیے گئے۔ تاکہ قرآن کی تفسیر کو وقت کے ساتھ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا سلسلہ جاری رہے۔علماء کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قرآن کے معانی صحابہ کرام کو کس حد تک بیان کیے۔کچھ علماء کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو قرآن کے تمام معانی اسی طرح واضح طور پر بیان کیے جس طرح آپ ﷺ نے اس کے الفاظ سکھائے۔اس موقف کی نمائندگی کرنے والوں میں سرِفہرست امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ[iii] ہیں۔

دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قرآن کے معانی میں سے صرف تھوڑا حصہ صحابہ کرام کو بیان کیا۔ اس رائے کے حاملین میں امام سیوطی رحمہ اللہ [iv] شامل ہیں۔ ہر فریق نے اپنے موقف کی تائید کے لیے دلائل پیش کیے ہیں ۔راقم فریقین کے دلائل کو پیش کرنے کے بعد تقابلی جائزہ پیش کرے گا تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

سابقہ کام کا جائزہ:

اس عنوان پر عربی زبان پر کسی حد تک مواد موجود ہے لیکن اردو میں باقاعدہ طور پر کوئی کام نہیں ہوا ذیل میں چند تحقیقی کاموں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

1: التفسير والمفسرون از الدکتور محمد السید حسین الذھبي(المتوفی:1398ھ)۔

2: المحرر الوجیز في تفسیر الکتاب العزیز از أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام بن عطیة الأندلسي المحاربي

3: التفسیر النبوي للقرآن الکریم بین الکم والکیف نام سے طرابلس یونیورسٹی (لیبیا) سے ایک آرٹیکل الطاھر عبد الرزاق الطاھر مسلّم نے لکھ کر شائع کروایا۔

میں اپنے اس مقالے کو چار مباحث میں تقسیم کروں گا۔

مبحث اول: تفسیر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف۔

مبحث ثانی: ان علماء کے دلائل جنہوں نے کہا کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قرآن کے تمام معانی کی وضاحت کی۔

مبحث ثالث: ان علماء کے دلائل جنہوں نے کہا کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قرآن کے تمام معانی کی وضاحت نہیں کی۔

مبحث رابع: فریقین کے دلائل کا تجزیاتی جائزہ۔

مبحث اول: تفسیر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف۔

1: تفسیر کی لغوی تعریف:

تفسیر کے لغوی معنی وضاحت اور بیان کے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

"وَلاَ يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلاَّ جِئْنَاكَ بالحق وَأَحْسَنَ تَفْسِيراً" [v]

یعنی حق کے ساتھ اور بہترین وضاحت کے ساتھ۔

یہ لفظ "فسر" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ظاہر کرنا اور واضح کرنا۔ القاموس میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"الفسر: الإبانة وكشف المغطى كالتفسيرو الفعل كضرب ونصر"

یعنی فسر کا مطلب ہے کسی چھپی ہوئی چیز کو واضح کرنا یا ظاہر کرنا اور تفسیر بھی یہی معنی رکھتی ہے۔ [vi]

لسان العرب میں فسر کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"الفسر: البيان فسَّر الشيء يُفسِّره - بالكسر ويَفسُّره - بالضم فسراً. وفسَّره أبانه. والتفسير مثله ... ثم قال: الفسر كشف المغطى، والتفسير كشف المراد عن اللفظ المشكل"...

یعنی "فسر" کے معنی بیان کرنا، کسی چیز کو واضح کرنا یا کھولنا ہیں اور تفسیر کے معنی بھی یہی ہیں۔ فسر کا مطلب ہے چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کرنا اور تفسیر کا مطلب مشکل لفظ سے مراد کو واضح کرنا ہے۔[vii]

2: تفسیر کی اصطلاحی تعریف:

اگر ہم ان علماء کی آراء کا جائزہ لیں جنہوں نے تفسیر کے لیے جامع تعریف پیش کرنے کی کوشش کی ہے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ انہوں نے تفسیر کی مختلف تعریفات کی ہیں۔ یہ تعریفات الفاظ کے لحاظ سے تو مختلف ہو سکتی ہیں لیکن ان کا مفہوم یکساں ہے اور وہ ہے قرآن کے معانی کو واضح کرنا اور اس کے الفاظ کی وضاحت کرنا۔

الزرکشی نے تفسیر کو یوں بیان کیا کہ:

"علم يُفهم به كتاب الله المُنَزَّل على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم وبيان معانيه و استخراج أحكامه وحكمه"

یعنی یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے اللہ کی کتاب کو سمجھا جاتا ہے اس کے معانی واضح کیے جاتے ہیں اور اس سے احکام اور حکمتیں اخذ کی جاتی ہیں۔[viii]

مبحث ثانی: ان علماء کے دلائل جنہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے قرآن کے تمام معانی کی وضاحت کی:

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ"[ix]

ترجمہ: "اور ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے واضح کریں جو ان پر نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

اس آیت میں تبیین سے مراد قرآنی الفاظ کے معانی کی وضاحت ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذمہ داری صرف یہی نہیں تھی کہ جو کلام آپ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں یا لکھوا دیں بلکہ اس کے علاوہ آپ کی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے اس کا مطلب اور تشریح و توضیح بھی لوگوں کو بتا دیں۔

دوسری دلیل: اللہ کا یہ فرمان کہ:

"اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ"

ترجمہ: بیشک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اُس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو پھر بیشک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔[x]

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے معانی اور اَحکام میں سے جس چیز کو سمجھنا آپ کو مشکل لگے تو اسے بیان کرنا اور اس کی باریکیوں کو ظاہر فرمانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

ان آیات سے یہ بات خوب واضح ہوتی ہے کہ اللہ نے صرف قرآن ہی نازل نہیں فرمایا بلکہ قرآن کا بیان بھی نازل فرمایا ہے اور بیان محض قرآن کے الفاظ کو دہرانے کا نام نہیں بلکہ بیان میں ان قرآنی الفاظ کا مفہوم بتانا اس کی شرح و تفسیر اور اس کی حکمت بتانا سب کچھ شامل ہے۔

تیسری دلیل: اللہ کا یہ فرمان کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ
وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[xi]

ترجمہ: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مَبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

کتاب اللہ کی تعلیم دینے یا سکھلانے سے یہ واضح ہوا کہ کتاب اللہ کو پڑھ کر سنا دینا اور بات ہے اور اس کی تعلیم دینا اور بات ہے۔ تعلیم دینے سے مراد یہ ہے کہ اس کے معانی کی تشریح و تفسیر بھی بتلائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی زبان اگرچہ عربی ہی تھی۔ مگر بارہا ایسا ہوا کہ انہیں مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی تو آپ نے انہیں صحیح مفہوم سے آگاہ کیا اور بعض دفعہ صحابہ خود بھی پوچھ لیا کرتے تھے۔

کتاب کے ساتھ انہیں حکمت بھی سکھلائے پھر حکمت بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نظری دوسری عملی یعنی انہیں آیات اللہ کے اسرار و رموز سے بھی آگاہ کرے اور احکام الٰہی کو عمل میں لانے کا طریقہ یا طریقے بھی بتلائے اور خود کر کے دکھلائے۔ بالفاظ دیگر حکمت سے سنت بھی مراد لی جاسکتی ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ محض رسول ہی نہیں بلکہ معلم، مفسر، مزکی اور کتاب اللہ کے ہر حکم کا طریق کار بتلانے والے بھی ہیں اور چونکہ آپ مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ اور خاتم النبیین بھی ہیں۔ لہٰذا آپ کا ایک ایک قول اور فعل قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے واجب الاتباع ہے۔ رہے زمانہ کے تقاضے تو دراصل یہی عقل کا میدان ہے کہ انسان کتاب و سنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل اس انداز سے تلاش کرے اور ایسی تدابیر اختیار کرے

جس سے کتاب وسنت کی نص یا اصل پر زد نہ پڑتی ہو اور عقل کی اس کاوش کا نام قیاس اور اجتہاد ہے۔ جس کا دروازہ تا قیام قیامت کھلا ہوا ہے۔

چوتھی دلیل: عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: حدثنا الذين كانوا يقرئوننا القرآن كعثمان بن عفان وابن مسعود- وغيرهما رضي الله عنهم أنهم كانوا إذا تعلموا عشر آيات لم يجاوزوها حتى يتعلموا ما فيها من العلم والعمل، قالوا: فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جميعا.[xii]

حضرت ابو عبد الرحمن السلمی بیان فرماتے ہیں کہ " وہ لوگ جو ہمیں قرآن پڑھاتے تھے جیسے حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے تھے کہ جب وہ نبی اکرم ﷺ سے قرآن کی دس آیات سیکھتے تو ان آیات کے علم اور عمل کو سیکھے بغیر آگے نہ بڑھتے۔ وہ کہتے تھے: "ہم نے قرآن، علم اور عمل سب کو اکٹھا سیکھا"۔

جہاں تک اس روایت کی بات ہے تو امام دار قطنی نے اپنی کتاب العلل میں اس کی سند کو کمزور قرار دیا ہے۔ شریک النخعی قاضی ہیں اور ان سے روایت کرنے میں کثرت سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ امام دار قطنی نے فرمایا" وہ ان روایات میں قوی نہیں ہیں جن میں منفرد ہوں"۔[xiii]

لیکن اس روایت کو امام طبری نے بھی صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حدثنا ابن حميد قال: حدثنا جَرير، عن عطاء، عن أبي عبد الرحمن، قال: حدثنا الذين كانوا يُقرِئوننا: أنهم كانوا يستقرِئون من النبي صلى الله عليه وسلم، فكانوا إذا تعلَّموا عَشْر آيات لم يخلِفوها حتى يعملوا بما فيها من العمل، فتعلَّمنا القرآن والعمل جميعًا[xiv]

ابو عبد الرحمن السلمی بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں نے بتایا جو ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے قرآن پڑھتے تھے۔ جب وہ دس آیات سیکھ لیتے تو ان پر عمل کیے بغیر آگے نہ بڑھتے۔ اس طرح ہم نے قرآن اور عمل دونوں کو اکٹھے سیکھا۔

یہ سند صحیح متصل ہے۔ ابو عبد الرحمن السلمی، جن کا اصل نام عبد اللہ بن حبیب ہے، وہ تابعین میں سے بڑے درجے کے تابعی ہیں۔ انہوں نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں نے ان سے بیان کی جو انہیں قرآن پڑھاتے تھے۔

یہی مفہوم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

" كانَ الرجل مِنَّا إذا تعلَّم عَشْر آياتٍ لم يجاوزهُنّ حتى يعرف معانيهُنَّ، والعملَ بهنَّ".[xv]

"ہم میں سے جب کوئی دس آیات سیکھتا تو ان سے آگے نہیں بڑھتا تھا جب تک ان کے معانی نہ سمجھ لے اور ان پر عمل نہ کر لے"۔

صحابہ کرام قرآن کی ایک ایک آیت کو معانی اور عمل کے ساتھ سیکھتے تھے جس کی وجہ سے وہ ایک سورت حفظ کرنے میں طویل وقت لگاتے تھے۔

امام مالک نے اپنی کتاب "موطأ" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے سورہ بقرہ آٹھ سال میں حفظ کی لیکن اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔

ابن سعد نے طبقات الکبری میں حضرت عبداللہ بن عمر کے حوالے سے صحیح سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے۔

أخبرنا عبد الله بن جعفر قال: حدثنا أبو المليح عن ميمون أن ابن عمر تعلم سورة البقرة في أربع سنين.[xvi]

یعنی ابن عمرؓ نے سورۃ البقرہ چار سال میں سیکھی۔ یہ طویل وقت اس لیے تھا کہ صحابہ قرآن کے معانی اور اس پر عمل کی گہرائی سے تعلیم حاصل کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ"[xvii]

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر نازل کیا، برکت والی، تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور و فکر کریں۔

بغیر معانی کو سمجھے کسی بھی کلام پر غور و فکر ممکن نہیں۔

اسی طرح قرآن پاک کے ایک مقام پر اللہ نے فرمایا۔

"إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ"[xviii]

ترجمہ: "ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھو۔"

کلام کو سمجھنا اس کے معانی کو جاننے پر منحصر ہے اور یہ بات واضح ہے کہ ہر کلام کا مقصد اس کے معانی کو سمجھنا ہوتا ہے نہ کہ صرف الفاظ کو یاد کرنا۔ قرآن مجید اس معاملے میں دیگر تمام کلاموں سے بڑھ کر اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے معانی کو سمجھا جائے۔

پانچویں دلیل: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، وهناد بن السري، قالا: حدثنا أبو الأحوص، عن شبيب بن غرقدة، عن سليمان بن عمرو بن الأحوص، عن أبيه، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم، يقول في حجة الوداع: «يا أيها الناس ألا أي يوم أحرم؟» ثلاث مرات، قالوا: يوم الحج الأكبر، قال: «فإن دماءكم، وأموالكم، وأعراضكم بينكم حرام، كحرمة يومكم هذا، في شهركم هذا، في بلدكم هذا، ألا لا يجني جان إلا على نفسه، ولا يجني والد على ولده، ولا مولود على والده، ألا إن الشيطان قد أيس أن يعبد في بلدكم هذا أبدا، ولكن سيكون له طاعة في بعض ما تحتقرون من

أعمالكم، فيرضى بها، ألا وكل دم من دماء الجاهلية موضوع، وأول ما أضع منها دم الحارث بن عبد المطلب - كان مسترضعا في بني ليث، فقتلته هذيل - ألا وإن كل ربا من ربا الجاهلية موضوع، لكم رءوس أموالكم، لا تظلمون ولا تظلمون، ألا يا أمتاه هل بلغت؟» ثلاث مرات، قالوا: نعم، قال: «اللهم اشهد» ثلاث مرات[xix]

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا: لوگو! سنو، کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے؟ آپ نے تین بار یہ فرمایا، لوگوں نے کہا: حج اکبر کا دن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی، اور تمہارے اس مہینے کی اور تمہارے اس شہر کی حرمت ہے، جو کوئی جرم کرے گا تو اس کا مواخذہ اسی سے ہو گا، باپ کے جرم کا مواخذہ بیٹے سے اور بیٹے کے جرم کا مواخذہ باپ سے نہ ہو گا، سن لو! شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ اب تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی لیکن عنقریب بعض کاموں میں جن کو تم معمولی جانتے ہو اس کی اطاعت ہو گی وہ اسی سے خوش رہے گا سن لو! جاہلیت کے سارے خون معاف کر دیے گئے (اب اس کا مطالبہ و مواخذہ نہ ہو گا) اور میں حارث بن عبدالمطلب کا خون سب سے پہلے معاف کرتا ہوں جو قبیلہ بنی لیث میں دودھ پیا کرتے تھے اور قبیلہ ہذیل نے انہیں شیر خوارگی کی حالت میں قتل کر دیا تھا)

سن لو! جاہلیت کے تمام سود معاف کر دیئے گئے تم صرف اپنا اصل مال لے لو نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہو آگاہ رہو، اے میری امت کے لوگو! کیا میں نے اللہ کا حکم تمہیں پہنچا دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین بار فرمایا، لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے پہنچا دیا، آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ اور اسے آپ نے تین بار دہرایا۔

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ کے اس اقرار سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی نے اللہ کا مکمل دین امت تک پہنچا دیا تھا ۔ اور صحابہ نے اس دین کو سمجھ لیا تھا اور اگر انہوں نے مکمل نہ سمجھا ہوتا تو وہ اس بارے میں ضرور سوال کرتے۔ اور صحابہ کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے کہ قرآن مجید میں انہیں جس چیز کی سمجھ نہ آتی وہ اس بارے میں رسول اللہ سے آکر ضرور سوال کرتے اور آپ اس کی وضاحت فرمادیتے۔ مثلا:

1: عن عبد الله رضي الله عنه، قال: لما نزلت {الذين آمنوا ولم يلبسوا} [xx] إيمانهم بظلم شق ذلك على المسلمين، فقالوا: يا رسول الله، أينا لا يظلم نفسه؟ قال: «ليس ذلك إنما هو الشرك ألم تسمعوا ما قال لقمان لابنه وهو يعظه يا بني لا تشرك بالله إن الشرك لظلم عظيم» [xxi]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہ کی "

تو یہ بات مسلمانوں پر بھاری گزری۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہ کرتا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے لقمان کا قول نہیں سنا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

2: عن علي قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن يوم الحج الأكبر، فقال: «يوم النحر»[xxii]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم الحج الاکبر (بڑی حج کے دن) کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : یہ یوم النحر (قربانی کا دن) ہے۔"

ان دونوں مثالوں سے ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک میں جس چیز کی سمجھ نہ آتی وہ رسول اللہ سے آکر پوچھ لیتے تھے۔

چھٹی دلیل: عن المقدام بن معدي كرب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: «ألا إني أوتيت الكتاب، ومثله معه ألا يوشك رجل شبعان على أريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فأحلوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه، ألا لا يحل لكم لحم الحمار الأهلي، ولا كل ذي ناب من السبع، ولا لقطة معاهد، إلا أن يستغني عنها صاحبها، ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه فإن لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه»[xxiii]

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خبردار! مجھے کتاب (قرآن) دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی اور چیز بھی دی گئی ہے۔ خبردار! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنے تخت پر بیٹھ کر کہے کہ تم پر صرف یہ قرآن لازم ہے جو کچھ اس میں حلال پاؤ اسے حلال قرار دو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ اسے حرام قرار دو۔ خبردار! تمہارے لیے گھریلو گدھے کا گوشت حلال نہیں، نہ کسی درندے کا جس کے دانت ہوں، نہ کسی معاہد (غیر مسلم) کی ملی ہوئی گری پڑی چیز، سوائے اس کے کہ اس کا مالک اسے لینے سے بے نیاز ہو۔ اور جو شخص کسی قوم کے پاس قیام کرے تو ان پر لازم ہے کہ اس کی میزبانی کریں اگر وہ اس کی میزبانی نہ کریں تو اس کو اجازت ہے کہ ان کی مہمان نوازی کے برابر ان سے بدلہ لے۔"

اس حدیث میں (مثلہ معہ) سے مراد قرآن کی وضاحت اور تبیین ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن کی وضاحت رسول اللہ کے اقوال و افعال اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں نہ

کرے گا تو وہ کبھی قرآن کی اصل مراد و مقصود کو نہیں پا سکتا پھر چاہے وہ صحابی ہی کیوں نہ ہو اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

عن عدي بن حاتم رضي الله عنه، قال: لما نزلت: {حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود}[xxiv] عمدت إلى عقال أسود، وإلى عقال أبيض، فجعلتهما تحت وسادتي، فجعلت أنظر في الليل، فلا يستبين لي، فغدوت على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فذكرت له ذلك فقال: «إنما ذلك سواد الليل وبياض النهار»[xxv]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی "یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے نمایاں ہو جائے" تو میں نے ایک کالا دھاگا اور ایک سفید دھاگا لیا اور انہیں اپنے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ پھر رات کے وقت ان دونوں کو دیکھنے لگا لیکن مجھے کچھ واضح نہ ہوا۔ صبح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ بات آپ سے ذکر کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :اس سے مراد رات کا اندھیرا اور دن کی روشنی ہے۔"

مبحث ثالث: ان علماء کے دلائل جنہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے قرآن کے تمام معانی کی وضاحت نہیں کی۔

پہلی دلیل: امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل کی ہے۔

حدثنا أبو بكر محمد بن يزيد الطرسوسي، قال: أخبرنا مَعْن، عن جعفر بن خالد، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة، قالت: لم يكن النبيُّ صلى الله عليه وسلم يفسر شيئًا من القرآن، إلا آيًا بعَددٍ، علمهنّ إياه جبريل عليه السلام۔[xxvi]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا" :رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی کسی چیز کی تفسیر نہیں فرماتے تھے، سوائے چند گنی چنی آیات کے، جنہیں جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو سکھایا تھا۔"

دوسری دلیل: ان علماء کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن کے تمام معانی کی وضاحت کرنا ممکن نہیں تھا یہ کام صرف چند آیات میں کیا جا سکتا تھا۔

تیسری دلیل: انہوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کو قرآن کے تمام معانی کی وضاحت کر دی ہوتی، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے آپ کا یہ دعا فرمانا کہ:" اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا" بے معنی ہوتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت کے نتیجے میں تمام صحابہ قرآن کی تفسیر میں برابر ہو جاتے۔ تو پھر حضرت ابن عباس کو اس دعا کے ساتھ خاص کرنے کا کیا فائدہ تھا؟

مبحث رابع: فریقین کے دلائل کا تجزیاتی جائزہ:

SCRR

دلائل کی رو سے ان علماء کی رائے درست معلوم ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی مکمل تفسیر کے منقول ہونے کے قائل ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی رائے کو ثابت کرنے کے لیے قرآن اور صحیح احادیث سے دلائل دیے ہیں۔

جو علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی مکمل تفسیر کے منقول ہونے کے قائل نہیں ہیں ان کی رائے درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ انہوں نے اپنی رائے کو ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک سے کوئی دلیل پیش نہیں کی صرف دو روایات پیش کی ہیں ان میں سے پہلی روایت جو حضرت عائشہ سے مروی ہے یہ دوسندوں کے ساتھ آئی ہے اور اسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں طبری سے نقل کیا ہے۔ ابن کثیر نے کہا" : یہ روایت منکر اور غریب ہے۔ اور سند میں موجود راوی جعفر سے کے بارے میں امام بخاری نے کہا: ان کی حدیث کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ اور حافظ ابو الفتح ازدی نے کہا: وہ منکر الحدیث ہیں۔"[xxvii]

اور اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ اس بات پر محمول ہے کہ اس سے مراد قرآن کے غیبی امور، اس کی مجمل آیات کی تفسیر اور ان چیزوں کے بارے میں ہے جن تک رسائی صرف اللہ کے توقیف (ہدایت) کے ذریعے ممکن ہے۔

جہاں تک دوسری دلیل کا تعلق ہے، تو یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر کے بارے میں کم چیزیں آنے پر دلالت نہیں کرتی۔ یہ دعویٰ کہ قرآن کی صرف چند آیات کی تفسیر ممکن ہے اور تمام آیات کی تفسیر ناممکن ہے، غیر مسلمہ ہے۔

جہاں تک تیسری دلیل (عبداللہ بن عباس والی روایت) کا تعلق ہے کہ رسول اللہ نے ابن عباس کو تفسیر کے علم کیلیے دعا دی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قرآن کے تمام معانی کی وضاحت کا فریضہ ادا نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قرآن کے نادر معانی کی تفسیر کی۔

حوالاجات

---

[i] :النحل:44

[ii] النحل:64

[iii] : تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام النمیری الحرانی)ولادت:22 جنوری 1263ء، 621ھ - وفات:26 ستمبر 1328ء، 20 ذو القعدہ 728ھ (جو ابن تیمیہ کے نام سے زیادہ مشہور ہیں) ایک مشہور عالم دین، فقیہ، محدث، الٰہیات دان اور منصف تھے۔

[iv]: امام جلال الدین سیوطی)پیدائش 2 :اکتوبر1445 ء –وفات 17 :اکتوبر1505 ء (اصل نام عبد الرحمان، کنیت ابو الفضل، لقب جلال الدین اور عرف ابن کتب تھا۔ایک مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ تھے۔ آپ کی کثیر تصانیف ہیں، آپ کی کتب کی تعداد500 سے زائد ہے۔

[v]:الفرقان:33

[vi]التفسیر والمفسرون 1/12

[vii]ایضاً

[viii]التفسیر والمفسرون 1/13

[ix]النحل:44

[x]ترجمہ کنز الایمان

[xi]ال عمران 164

[xii]یہ روایت عبد الرزاق نے اپنی کتاب "المصنف میں حدیث نمبر6027 میں نقل کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف میں حدیث نمبر29920 میں ذکر کی ہے۔ احمد نے اسے اپنی مسند میں حدیث 4105 میں،ابن سعد نے الطبقات 6/172 میں، طبری نے اپنی تفسیر 1/74 میں، طحاوی نے شرح مشکل الآثار4/83 میں، حاکم نے 1/557 میں اور بیہقی نے السنن الکبری3/119 میں شریک کے واسطے سے روایت کیا ہے۔

[xiii]تھذیب الکمال 12/462

[xiv]جامع البيان في تأويل القرآن 1/80

[xv]جامع البيان في تأويل القرآن 1/80

[xvi]الطبقات الکبری أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد،4/123

[xvii]ص:29

[xviii]یوسف:2

[xix]سنن ابن ماجه3055[حكم الألباني]: صحيح

[xx]:الأنعام:82

[xxi]: صحيح البخاري3429

[xxiixxii]:سنن الترمذی:957 [حكم الألباني]: صحيح

[xxiii]:ابی داود:4604[حكم الألباني]: صحيح

[xxiv]:البقرۃ:187

[xxv]: صحیح بخاری1619

[xxvi]:تفسیر الطبری 1/84

[xxvii]:تفسیر ابن کثیر 1/15،14